حج اور روزہ

شرعی بنیاد پر

یا فرنگی و سیاسی حدود کے تابع

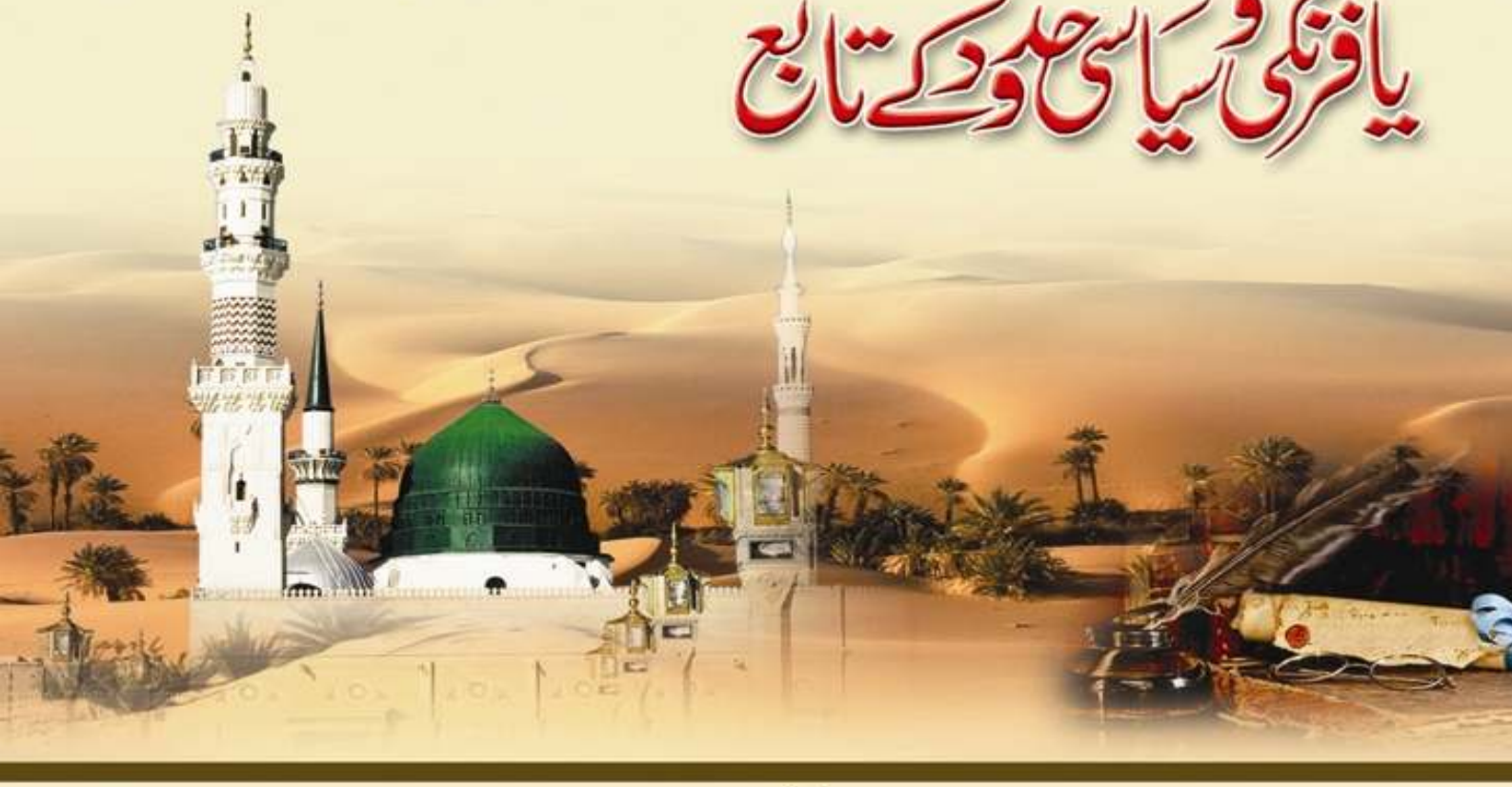

مؤلف:

فضیلۃ الشیخ ابو فراس محمود حسین

مترجم

ڈاکٹر شجاع اللہ

مقدمہ نظر ثانی

محمود الحسن الجمیری

مکتبہ دار القرآن والسنۃ

حج اور روزہ شرعی بنیادپر یا
فرنگی و سیاسی حدود کے تابع

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ابو فراس محمود حسین حفظہ اللہ

مترجم
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر شجاج اللہ حفظہ اللہ

مقدمہ و نظر ثانی
فضیلۃ الشیخ محمود الحسن الجمیری حفظہ اللہ

مکتبہ دار القرآن والسنۃ

Don't Forget Us in Your Prayers

اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.muwahideen.true.ws

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ، وَنَسْتَعِیْنُہُ، وَنَسْتَغْفِرُہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدْ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہُ وَلِیًّا مُّرْشِدًا وَأَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہُ لَاشَرِیْکَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہ،، اَمَّابَعْدُ

دیگر رسم ورواج کی طرح آج دین اسلام بھی "Traditional" رسمی دین ہو گیا ہے۔ جس طرح کسی کا رہن سہن اگر ہم سے ملتا جلتا ہو تو اُسے ہم اپنوں میں شمار کرتے ہیں ورنہ اسے غیر مہذب اور بے ادبوں میں سے گردانتے ہیں۔

اسی طرح اسلام کا جو مسئلہ ہمارے رسم ورواج کے خلاف ہو اسے ہم اسلام ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ ہمارا "Culture" معاشرہ ہمارے "Traditional" رسم ورواج اسے اسلام نہیں مانتا ہے۔ اگرچہ قرآن وحدیث اسے اسلام کہتے ہوں۔

ان رسمی دین میں سے چند مسائل جن کو نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم تک (العیاذ باللہ) نہ پہنچا سکے جیسے:

① عید میلاد النبی کا جشن منانا	② شب براءت کا منانا
③ ماہ رجب کے کونڈے منانا	④ مزاروں پر عرس منانا
⑤ میت پر قرآن خوانی کرنا	⑥ تیجہ یا چالسواں منانا
⑦ قبروں پر فاتحہ خانی کرنا	

اور بھی بے شمار عقائد ومسائل ہیں جو کہ خالص "Made in Pakistan & India" ہیں جن کا خیر القرون سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی قرآن وسنت میں کئی انکا تذکرہ ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَالْاِسْلَامُ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران: 85)

جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کے تلاش میں ہے اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جاوے گا۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:19)
بے شک دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔

ان رسمی مسائل میں سے ایک مسئلہ چاند کا بھی ہے۔ جس کو لوگوں نے ایک اعلاقی مسئلہ بنادیا ہے۔

① جو کہ اس چاند کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جس چاند کے مطابق نبی ﷺ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم چلتے تھے۔

② اس تاریخ کو ماننے کے لئے تیار نہیں جس کی ابتداء مدینہ منورہ سے ہوئی ہے۔

③ اس لیلہ القدر کو ماننے کے لئے تیار نہیں جس لیلہ القدر کو جبریل امین علیہ السلام اُترئے تھے اور آج بھی اُترتے ہیں۔

④ اس عرفہ کے دن کو ماننے کے لئے تیار نہیں جس عرفہ کے دن کو نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مانتے تھے۔

پوری دنیا میں ایک ہی عیسوی تاریخ چلتی ہے اور ایک ہی دن تمام دنیا کے عیسائی اپنی عید مناتے ہیں۔ اُفسوس کی بات تو یہ ہے کہ آج دنیا میں بلکہ خود پاکستان جیسے ایک اسلامی ملک میں (جیسے کہ ہمارا دعویٰ ہے) تین تین ہجری تاریخ چل رہی ہے۔ اور تین تین عیدیں منائی جارہی ہے۔ کیا یہ اعلاقی دین نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اصلی ہجری تاریخ کونسی ہے۔ کراچی والی، پشاور والی یا کوئٹہ والی یا مدینہ والی۔

ایک دفعہ میں کچھ "Educational Personalities" علمی شخصیات کے ہمراہ کسی مجلس میں بیٹھا تھا کہ چاند کا مسئلہ چل پڑا کہنے لگے آپ نے کس چاند کے مطابق عید منائی میں نے کہا جس چاند کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم مناتے تھے پھر کہنے لگے۔ نماز بھی ان کے وقت کے مطابق پڑھیں۔ میں نے کہا ہاں اگر نماز کا تعلق چاند سے ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ نے سورج سے بتایا ہے۔
پھر میں نے پوچھا زرا بتائینگے کہ جس رات کو مکہ اور مدینہ میں لیلہ القدر ہوتی ہے کیا جبریل امین علیہ السلام کو سعودی عرب کے بوڈر "Border" حدود پار کرنے کی اجازت ہوتی ہے یا نہیں جب کہ پاکستان اور سعودی عرب کی رات ایک ہی ہوتی ہے۔ آج ایک سال ہونے کو ہے۔ لیکن اس سوال کا جواب اب تک نہیں آیا۔

ذار سوچئے . اور پھر اس رسالہ کو دھیان اور فکر وتدبر سے پڑھئے۔ان شاء اللہ آپ کے تمام شکوک وشبہات ختم ہو جا ئینگے۔اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح دین کی طرف رہنمائی کرے۔آمین

کتبہ: محمود الحسن الجمیری حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین أما بعد:

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جو اہل تقویٰ کا دوست اور مددگار ہے۔ اور جو ذات برحق دشمنانِ دین کو رسوا کرنے والا ہے تمام قسم کے درود وسلام ہوں۔
ہمارے نبی اور قائد محمد ﷺ پر جنہوں نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنا دوست بنالیا ہے۔

۱۴۰۳ھ میں سعودیہ شام اور بعض دوسری حکومتوں کی طرف سے شوال کا چاند نظر آنے کا اعلان ہوا کہ کل عید ہوگی۔ اسی دوران اردن نے اعلان کیا کہ چاند نہیں دیکھا گیا لہٰذا رمضان المبارک کی گنتی پوری کی جائے گی۔ اس دن میں اُردن میں موجود تھا۔ اور میں نے آنے والے کل کو روزہ نہ رکھنے اور چاند دیکھنے والوں کے ساتھ عید کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس موضوع پر مباحث ہوئے اٹلس پر نظر دوڑاتے ہوئے میں نے اختلاف کرنے والوں سے کہا' کیا اختلاف مطالع سائیکس بیکو کی مقرر کردہ حدود کے عین مطابق ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف مطالع کا اندازہ اسی طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ اس معاہدہ کے مطابق ہو؟

پھر اگر معاملہ یونہی ہو تو اس حال میں بستی تل شہاب کے رہنے والے تو افطار کریں اور الطرۃ کے رہنے والے (عید کے دن) روزہ رکھیں گے۔ جبکہ پہلا قصبہ شام میں اور دوسرا اردن میں واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان صرف ۵۰۰ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ سچی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سب من مانیاں، گروہی تعصبات' جاہلیت اور النسیٔ جیسی گمراہیوں کا نتیجہ ہے۔ جس (النسیٔ) کے بارے میں مالک نے فرمایا ہے کہ: النسیٔ تو صرف کفر میں بڑھ جانے کا نام ہے: اِنَّمَا النَّسِيۡٓءُ زِيَادَةٌ فِى الۡكُفۡرِ (التوبۃ: 37)

اس کے بعد میں پاکستان منتقل ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں پر افغانی چاند دیکھنے کے بعد عید کر رہے ہیں اور پاکستانی روزہ سے ہیں۔ اور روزہ رکھنے والے عید کرنے والے کے درمیان صرف 1.5 سینٹی میٹر قطر کا خطہ حائل ہے۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ

ماجرا کیا ہے تو جواب دینے لگے کہ اختلاف مطالع ہے۔ میں نے سوچا کہ یہاں تو معاملہ اور ہی نازک ہے۔ کیونکہ تل شہاب اور الطرۃ میں تو پھر بھی 500 میٹر کا فاصلہ تھا جبکہ یہاں تو معاملہ صرف ملی میٹروں (15 ملی میٹر) تک سمٹ آیا ہے۔

پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کہ یہاں پر اختلاف مطالع کو سائنس بیکو کے بجائے ڈیورنڈ لائن وہ انگریز جو پاکستان اور افغانستان کے درمیان حد بندی کے لیے متعین وفد کا رئیس تھا) کے تابع کر دیا گیا ہے۔ کئی سال بعد میں پاکستان کی ایک مسجد میں نماز عشاء ادا کر رہا تھا اور لوگوں نے اسی دن ٹیلی ویژن پر حجاج کو جمع ہو کر وقوف کرتے دیکھا تھا۔ نماز میدان عرفات سے ٹی وی پر دکھلائی گئی۔ پھر دعا' صلاۃ عید اور خطبہ ٹی وی کی نشریات پر لوگوں نے خود دیکھا۔ عین اسی دن رات کو اس مسجد کے امام صاحب کھڑے ہوئے اور لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کل عرفہ کا دن ہے اور اس کا روزہ رکھنا سنت ہے۔ جو کچھ میں سن رہا تھا اس نے مجھے پریشان کر دیا اور میں نے امام صاحب سے کہا لوگ میدان عرفات میں وقوف کر چکے، پھر منی میں ٹھہرنے کے بعد رجم، قربانی ، طواف افاضہ اور حلال ہونا سب کچھ ہو چکا اور آپ فرماتے ہیں کہ کل یوم عرفہ ہے، تو امام صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے لئے بھی عرفات (یوم عرفہ) ہے، جیسے آپ کے لئے ہے۔ میں نے صبر سے کام لیتے ہوئے کہا الشیخ دنیا میں تو عرفات صرف ایک ہے جو کہ ایک پہاڑ ہے، جس پر لوگ قربانی کے دن سے پہلے وقوف کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج عرفات ہے، حج عرفات ہے، حج عرفات ہے (میدان عرفات میں وقوف کرنا) تو وہ کہنے لگے جھگڑا مت کیجئے میں نے گفتگو ختم کر دی۔ اور اس معاملہ میں مسلمانوں کے حال سے غمناک ہو کر دو راتیں کرب میں گزار دیں۔

تیسرے دن جماعت اہلحدیث کے ایک شیخ سے ملاقات کرنے گیا تاکہ ان سے اپنا دکھڑا بیان کروں اور عید کی مبارک باد دوں۔ جب ہم ان کے گھر گئے تو انہیں قربانی میں مصروف پایا۔ ہم نے کچھ انتظار کیا تو الشیخ آ گئے۔ سلام و دعا کے بعد میں نے ان سے کہا معلوم ہوتا ہے آپ نے قربانی کا جانور تیسرے دن ذبح کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں! ہمارے یہاں تو آج پہلا دن ہے۔ میں نے کہا، الشیخ! تین دن گزر گئے جب لوگوں نے عرفات میں وقوف کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا ہمارا یوم عرفات تو کل تھا۔ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے وہ کس طرح؟ انہوں نے کہا ہمارے ہاں ہمارے اصحاب کی رؤیت کے مطابق عید کے دن کا معاملہ طے پاتا ہے۔ میں نے کہا الشیخ وقوف عرفات میں اور قربانی منی میں ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر شہر کے لئے اپنا مطلع ہے تو میں نے کہا اچھا آپ بھی روزہ و حج ڈیورنڈ لائن کے مطابق ادا کرتے ہیں؟!

میں گھر لوٹ آیا اور ابھی نماز پڑھنے نہ پایا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی ایک دوست کا فون تھا جو برطانیہ سے مجھے عید کی مبارک باد دے رہا تھا۔ جب میں نے اس سے برطانیہ میں عید کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگا ہمارے یہاں تین عیدیں ہوتی ہیں۔ اول دن پہلی عید

سعودیوں کی ہماری ہوئی اور دوسری کل بعض عربوں کی اور تیسری آج پاکستانی، بنگالی اور بعض دوسرے لوگوں کی اس طرح ہر عید کی نماز الگ الگ شہر میں پڑھی گئی۔ میں نے کہا یہاں تو لوگ اختلاف مطالع کو عذر بناتے ہیں۔ مگر آپ کے یہاں کیا عذر ہے؟ وہ کہنے لگا ہر قوم اپنی سفارت کے ساتھ ہے۔ اور ہر سفارت اپنی حکومت کے تابع ہے اور ہر حکومت اپنے آقا کے تابع ہے ۔ میں نے کہا لیکن آقا تو ایک ہے۔ اس نے جواب دیا اس ایک کی خواہش تین عیدیں ہیں۔ میں نے پوچھا اور خروج دجال میں کتنا وقت ہے؟ اس نے جواب دیا بہت کم! اب میں نے رویئت اور مطالع کے موضوع پر لکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ یہ بحث مسلمانوں کے سامنے پیش کروں۔ ممکن ہے فائدہ مند ثابت ہو۔

دن اور مہینے

دنیا کئی طبقات پر مشتمل ہے۔ علماء و عوام، مسلمین و کفار، جنات اور حیوانات، جب سورج طلوع ہوتا ہے مثلاً جمعہ کے دن تو پوری دنیا میں جہاں دن ہو گا وہاں "یوم الجمعہ" ہو گا۔ لہٰذا جب سورج کسی ایک ملک پر ضیاء پاشیاں کر رہا ہو گا اگرچہ اس کا طلوع یہاں کسی دوسرے ملک کی نسبت مقدم ہو یا مؤخر، مگر اس دن کے یوم الجمعہ ہونے میں کہیں فرق نہیں ہو گا۔ جب سے اللہ پاک نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے آج تک کسی سے یہ نہیں سنا گیا کہ ایک ہی وقت میں کسی شہر میں یوم جمعہ ہو جبکہ دوسرے میں یوم جمعرات اور تیسرے میں ہفتہ، اسی طرح یہ دن بیک وقت جمعہ کی نماز کو واجب کرنے کا باعث بھی ہے۔ کسی معاہدے کی مدت کسی مہلت کے ختم ہونے اور اسی طرح کے کئی کام جو اس دن سے متعلق تھے ان میں حساب و کتاب کی بنیاد بھی ہے۔ دن مہینوں کے تابع ہیں اب جبکہ دن دنیا میں ایک ہیں تو اسی طرح مہینے اور سال بھی ایک ہونے چاہئیں۔ اگر یہ جمعہ کا دن کسی ایک جگہ 1420ھ کے ماہ محرم کا پہلا دن ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی دوسری جگہ وہ جمعرات 30 ذی الحجہ 1419ھ ہو اور تیسری جگہ 29 ذی الحجہ 1419ھ ہو۔ (جارج سائیکس بیکو نمائندہ فرانس اور مارکس سایکس نمائندہ انگلینڈ کے اتفاق سے سلطنت عثمانیہ کی بندر بانٹ ہوئی اور موجودہ عرب ریاستیں معرض وجود میں آئیں)

جب چاند حجاب سے نکلتا ہے یا کہا جاتا ہے کہ چاند پیدا ہو گیا اور یہ دن وہاں یوم محاق شمار کیا جاتا ہے۔ یوم محاق میں چاند اور سورج دونوں بیک وقت افق پر موجود ہوتے ہیں۔ پس اس کے بعد اسی ماہ میں چاند اور سورج کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے۔ اور نہ چاند دوسری اور تیسری بار پیدا ہو گا۔ گویا نہ تو وہ آگے جا سکتا ہے اور نہ ہی پیچھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یٰسین: 40)

" سورج کے لئے یہ لائق نہیں کہ وہ چاند کو جالے اور نہ ہی رات کے لئے ممکن ہے کہ وہ دن سے پہل کر نکلے اور یہ سب کے سب فلک میں سر گرداں ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا، وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا(الشمس:1،2)

"قسم ہے سورج کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔"

پس یہ ہوتا کہ چاند پیدا ہو کر کسی ملک میں ظاہر ہو جائے اور پھر چاند نئے سرے سے سورج کو پالے اور محاق کی حالت میں چلا جائے اور پھر دوسری مرتبہ پیدا ہو اور سورج کے پیچھے پیچھے آئے اور ایسا ہی تیسری مرتبہ کرے۔ یہ سب عبث اور کھیل تماشہ ہے اور اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔ پس ہلال ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے اور کچھ لوگ اسے دیکھتے ہیں اور دوسرے نہیں دیکھتے۔ پس جو دیکھتا ہے اس کے پاس اس سے زیادہ علم ہے جس نے نہیں دیکھا۔ اور اس کا دیکھنا نہ دیکھنے والے پر دلیل ہے نہ کہ نہ دیکھنے والے اس پر دلیل ہیں۔ آپ کا کسی شئے کے بارے میں لاعلم ہونا اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ شئے سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو تمام معیار بدل جائیں گے۔ جہل علم ہو جائے گا اور علم جہل بن جائے گا۔ عقل والے اس بات پر متفق ہیں کہ حامل اپنے علم کی بنا پر نہ جاننے والوں کے لئے دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ہمارے لئے ضابطہ مقرر فرما دیا۔ اس نے دن اور رات کو دنوں کی گنتی کا ضابطہ اور چاند کو مہینوں کے حساب کا ضابطہ قرار دیا اور اس نے ہمیں شمسی مہینوں کی پیروی کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ہمیں یہودی، مسیحی اور صابی ضوابط کا پابند بنایا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ (البقرہ:179)

تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو یہ حج اور اوقات حساب کے لئے ہے۔"

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ

"مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اُسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اُن میں سے چار حرمت کے ہیں یہی درست دین ہے"(التوبہ:36)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زمانہ بالکل اسی حال پر لوٹ آیا ہے جو حالت اس کی زمین وآسمان کی پیدائش کے وقت تھی۔ یہ کہ سال بارہ ماہ کا ہے۔ جس میں سے چار حرمت کے مہینے ہیں۔ تین ذی القعدہ' ذی الحجہ اور محرم مسلسل ہیں اور رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔(بخاری:4663، مسلم:1679)

شھود الشھر میں شھود سے کیا مراد ہے اور اس سے کس مقصد کا حصول مطلوب ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ:158)

''ماہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے رہنما ہے اور رہنمائی پر کھلے دلائل سے پر ہے۔ پھر (حق و باطل) میں فرق کر دینے والا ہے۔ پس تم میں سے جو کوئی رمضان کا شاہد ہو تو وہ اس ماہ کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ گنتی کو دوسرے ایام میں پورا کرلے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی اس طرح بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھائی اور یہ کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاہد کے معنی کیا ہیں؟ اور اس کی شہادت سے کس مقصد کا حصول مطلوب ہے؟

''اللسان المیزان'' میں کہا گیا ہے۔ شاہد کسی چیز کو جاننے والا وہ شخص ہے جو اس چیز کو بیان کرے جسے وہ جانتا ہے۔ اور الشہادۃ وہ قطعی خبر ہے جس کے لئے کہا جاتا ہے فلاں آدمی نے اس طرح گواہی دی اور ابو بکر الانباری نے مؤذن کے قول ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے'' کے بارے میں کہا کہ میں نے یہ جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں نے جان لیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور '' شَهِدَ اللّٰه'' کا مطلب ہے کہ اللہ جانتا ہے۔ المشاہدہ کا مطلب ہے کسی چیز کو دیکھ لینا'' قَوْمٌ شُهُود'' کا مطلب حاضر ہونے والی قوم، اور ''تاج العروس'' میں لکھا ہے کہ '' شَهِدَهُ'' کا مطلب ہے اس نے اسے سنا(شھدت الرجل علی اقرار الغریم) کا مطلب ہے میں نے فلاں آدمی کے اقرار قرض پر گواہی دی۔ اور '' الشَّاهِد ''کا معنی ہے۔ العالم پس ''شَهِدَ لَهَا ''کے پانچ معنی ہوئے۔

۱ اس نے فلاں چیز کی خبر دی

۲ وہ فلاں چیز پر حاضر ہوا

۳ اس نے فلاں چیز کو دیکھا

۴ اس نے فلاں بات کو سنا

۵ اسے فلاں چیز کا علم ہو گیا

اور ان پانچوں کا ملاحظہ یہ ہے کہ صفت علم ان سب کو اپنے اندر جمع کرنے والی ہے۔ پس خبر دینا علم کے بغیر نہیں ہو سکتا اور خبر علم ہی سے روشناس کرانے کا باعث ہے اسی طرح حاضر ہونا بھی علم کا حال بتاتا ہے اور گواہ ہونا اور سننا بھی علم ہی سے بہرہ ور کرتا ہے ۔اور علم کا مطلب جان لینا ہی ہے۔ لہٰذا ''شَهِدَ'' کا دار و مدار علم ہی پر ہے اور کئی ایک آیات اور احادیث اس کی تائید میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے قول کا مطلب یہ ہو کہ جسے رمضان کی خبر پہنچے وہی روزہ رکھے تو یہ بات انتہائی باطل ہے کیونکہ اس پر خبر دار ہونے والے چند سو ہونگے یا دس بیس بلکہ دو اور تین جب کہ اللہ تعالیٰ نے روزے سب مسلمانوں پر فرض کیے ہیں نہ کہ صرف چاند کو دیکھنے والوں پر جو اس خبر کے حامل ہوں۔ اگر ہم دوسرا معنی مراد لیں کہ اس آیۃ مبارکہ سے مراد صرف وہ شخص ہے جو کسی ریاست یا ملک میں اس وقت حاضر ہو جب چاند کے دیکھے جانے کی خبر وہاں پھیلی تو بہت سے ایسے حاضر بھی ہیں' جن پر روزہ واجب نہیں ہوتا مثلاً بچے، مریض، حائضہ عورتیں اور مسافر جب تک کہ اپنے گھر واپس نہ آجائیں جہاں روزہ ان پر فرض ہے اور بہت سے وہ بھی جو ماہ کے شروع میں رویئت کے وقت اپنے ملک میں حاضر نہ تھے اور دوران شہر گھر لوٹ آئے۔ تو یوں تجزیہ کرنے سے اس معنی کا بطلان بھی واضح ہو گیا۔ اور اگر تیسرا مفہوم مراد لیں کہ اس آیۃ مبارکہ سے مراد وہی شخص ہے جو خود چاند دیکھے تو یہ محال ہے کہ کیونکہ اندھے، ضعیف البصر، قیدی اور وہ لوگ جو ایسے علاقوں کے ساکن ہیں جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، وہ چاند نہیں دیکھ سکتے جبکہ روزے سب پر فرض ہیں۔ تو یہ مفہوم بھی باطل ٹھہرا۔

چوتھے معنی ''شَهِدَ'' کے سننا ہیں۔ یہ مفہوم اگرچہ زیادہ فہم اور محیط ہے مگر یہ بھی ناقص ہے۔ کیونکہ بہرا چاند کی خبر سننے سے قاصر ہے جبکہ روزہ تو اس پر بھی فرض ہے۔ جو مفہوم باقی رہ گیا وہ علم ہی ہے۔ لہٰذا اس بحث سے اس پانچویں مفہوم علم کو تعین ہو گیا اور علم ہی اس مسئلہ میں بنیاد ٹھہرا اور حکم صیام اسی سے متعلق ہے۔ لہٰذا جس کو رمضان کے داخل ہونے کا علم بذریعہ خبر یا دیکھے یا سننے سے ہو گیا۔ اس پر اس علم کی وجہ سے روزہ فرض ہو گیا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس معاملے میں (رؤیت ہلال اور دخول رمضان) صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے اور اللہ ہی صحیح کا جاننے والا ہے اور وہ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بھی دلالت کر رہی ہے کہ '' : تمہارا روزہ اس دن سے ہے جس دن تم سب روزہ رکھو اور تمہارا افطار اس دن سے ہے جس دن تم سب افطار کرو۔ اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم سب قربانیاں

کرو۔'' یہی کہ اگر کوئی شخص شعبان کی تیسویں رات پر شاہد (عالم) ہو جائے کہ چاند کسی جگہ وہ قریب وہ یا دور دیکھ لیا گیا ہے تو روزہ سب پر فرض ہو جاتا ہے۔(الفتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ :107/25)

ضابطہ اس معاملہ میں یہی ہو گا کہ وجوب کا دار و مدار علم رویت کے پہنچنے پر ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے مطابق ہے کہ روزہ چاند دیکھ کر رکھو۔پس جس کو یہ اطلاع پہنچ گئی کہ چاند دیکھ لیا گیا ہے۔تو اس کے حق میں بغیر کسی مسافت کی حد بندی کے روزے کا فرض ہو جانا ثابت ہو گیا۔(الفتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:111/25)

پھر فرمایا کہ اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کو رویت ہلال کا علم ایسے وقت پہنچ گیا جس سے اس پر روزہ رکھنا یا چھوڑنا یا عید یا قربانی فرض ہو رہی ہے تو بلاشک اس کے حق میں یہ فرضیت ثابت ہو چکی اور قرآن وسنت اور آثار سلف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔(الفتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:111/25)

اس موضوع پر وارد ہونے والی احادیث

۱ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کہا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑ دو (عید کرو) اور اگر تم پر بادل چھا جائے تو شعبان کی گنتی 30 روزے پوری کرو۔(بخاری 1909 و مسلم 1080)

۲ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہینہ انتیس رات کا ہے پس مت روزہ رکھو جب تک کہ تم چاند نہ دیکھ لو اور اگر تم پر بادل چھا جائے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔(بخاری 2116 مسلم 1081)

۳ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم چاند دیکھ لو تو روزے رکھو اور جب تم اسے دیکھ لو تو افطار (عید) کرو۔اور اگر تم پر بادل ہو جائے تو تیس روزے رکھو۔(بخاری 1909 مسلم 1081)

۴ عبد الرحمن بن زید بن الخطاب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو شک کے دن میں خطبہ دیا اور کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی صحبت اٹھائی ہے اور ان سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ روزہ چاند دیکھ کر

رکھو اور اسی طرح افطار (عید) چاند دیکھ کر کرو۔ اور قربانی بھی چاند کے حساب سے کرو۔ پھر اگر بادل ہو جائیں تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ پھر اگر دو گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو اس کے مطابق روزہ رکھو اور افطار (عید) کرو۔ (النسائی 2116 احمد 18416)

۵ قیس بن طلق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس چاند کو لوگوں کے حساب کے لئے دلیل بنایا ہے، پس اس کے نظر آنے پر روزہ رکھو اور اس کے نظر آنے پر روزہ چھوڑ دو (عید کرو) اور اگر تم پر بادل ہو جائے تو گنتی پوری کرو۔ (احمد: 15859)

لہٰذا احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ چاند نظر آنے پر روزہ رکھیں اور اس کے نظر آنے پر عید کریں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ خطاب صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے یا اس خطاب کا مخاطب صرف وہ مسلم ہے جو خود چاند کو دیکھ لے۔ یا یہ خطاب پوری امت مسلمہ کے لئے ہے یعنی اس کے ہر فرد کو محیط ہے۔ پس آپ کا یہ خطاب ان تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ جو اختلاف مطالع والے اصحاب اس سے چوتھا مفہوم اخذ کرنا چاہتے ہیں کہ ہر سلطنت صرف اپنی حدود کے اندر واقع ہونے والی رؤیت ہلال کی پابند ہے اور دوسری کسی سلطنت کی رؤیت اور روزہ ان کے لئے دلیل نہیں ہے۔ تو یہ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور نہ ہی ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ایسا کہا۔ نہ ہی اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہ حکومتیں موجود تھیں اور نہ یہ حدود جن کو کفار نے ہم پر تھوپا ہے۔ تو باقی صرف تین صورتیں رہ گئیں۔

پہلا احتمال: یہ کہ خطاب صرف اصحاب رضی اللہ عنہم کے لئے ہو تو قرآن وسنت اور اجماع اس کی نفی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام بالغ مسلمانوں پر پوری دنیا میں روزے فرض کیے ہیں اور انہیں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں کیا۔

دوسرا احتمال: یہ کہ ہر فرد پر رؤیت واجب ہو یہ بھی عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ جہاں تک نقل کا تعلق ہے تو غور فرمائیے:

۱ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا قول کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر چھوڑ دو اور اگر تم شک میں پڑ جاؤ اور بادل ہو جائیں تو تیس کی گنتی پوری کرو اور اگر دو مسلمان گواہی دیں تو اس کے مطابق روزے رکھو اور چھوڑ دو۔ (احمد 18416)

۲ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ فرمایا بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔ (الترمذی: 691)

لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ (صوموا لرؤیتہ) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے ہر فرد کو علیحدہ علیحدہ چاند دیکھنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ یہ خطاب پوری امت کو بیک وقت ہے۔ جبکہ معصوم نبی ایک اعرابی کی گواہی پر اکتفاء کرتے ہوئے پوری امت کو روزے کا حکم دے رہے ہیں۔

تیسری توجیہ: تو بس تیسرا مفہوم ہی صحیح ترین ہے کہ خطاب رسول پوری امت کے لئے ہے یہ کہ امت محمد یہ میں سے جب کوئی ایک بھی چاند دیکھ لے اور اس کی خبر پہنچا دے تو ہر سننے والے اور اس خبر کو جاننے والے پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشہادات میں لکھا ہے کہ رمضان کے لئے اس شخص کی شہادت جس پر حد جاری کی گئی ہو' غلام اور لونڈی کی شہادت سب جائز ہیں۔ رمضان کے مہینے شروع کرنا رؤیت ہلال کے ساتھ متعلق ہے۔ لہٰذا جب شاہد چاند دیکھ لے روزہ فرض ہو گیا اور اس کی مخالفت کرنے والا بے سوچے سمجھے بغیر کسی دلیل کے ایسا کر رہا ہے اور شریعت میں افتراق کا باعث ہے۔

اقوال العلماء

۱ الاحناف:

1 جصاص نے کہا اللہ کا یہ فرمان کہ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) یوم شک کا روزہ رکھنے کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ شک کرنے والا شاہد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ وہ رؤیت ہلال کا علم نہیں رکھتا۔ (تو انہوں نے الشہود کا مفہوم علم لیا) (احکام القرآن 1/205)

2 المرغنائی نے ھدایہ میں کہا: جب آسمان میں علت (بادل یا دھند) ہو تو امام ایک عادل کی شہادت کو قبول کرے۔ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام اور اس معاملہ میں اس شہر کے رہنے والوں اور باہر سے آکر شہادت دینے والے میں فرق نہیں کیا جائے گا۔(الہدایۃ المحققہ 2/540)

3 ابن عابدین نے کہا: ظاہر طور پر اختلاف مطالع قابل اعتبار ہے اور اکثر بزرگ اسی بات کے قائل ہیں اور فتویٰ بھی اسی کے مطابق ہے۔ لہٰذا اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت دلیل ہے جب کہ ثابت ہو جائے کہ ان کی رؤیت مقررہ اصول کے مطابق ہے۔(الدر المختار شرح تنویر الابصار المعروف بحاشیہ ابن عابدین 2/392)

4 فتاوی عالمگیری میں ہے: روایات کے ظاہر کے اعتبار سے اختلاف مطالع نہیں مانا جائے گا۔ اسی طرح قاضی خان کے فتاوی میں ہے اور فقیہ ابی اللیث کا فتوی بھی اسی طرح ہے اور اسی کے مطابق شمس الائمہ الحلوانی فتوی دیتے تھے۔ فرمایا اگر اہل مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں تو اہل مشرق کا روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح الخلاصہ میں بھی ہے۔ (الفتاوی عالمگیریہ المعروفہ بالفتاوی الہندیہ 1/199-198)

5 اور ابن عابدین نے اپنے رسالہ " تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ھلال رمضان" میں فرمایا: قابل اعتماد اور راجح بات ہمارے یہاں یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ روایت کا ظاہر اسی بات کا تقاضا کرتا ہے اور اسی کے مطابق متون ہیں۔ جس طرح الکنز وغیرہ میں ہے اور یہی حنابلہ کے نزدیک صحیح ہے جس طرح الانصاف میں ہے اور مذہب مالکیہ میں بھی اسی طرح ہے اور المختصر اور اسکی شرح میں بھی جو شیخ عبدالباقی نے کی ہے اسی طرح ہے روزہ کے سلسلے میں خطاب عام ہے جو تمام ملکوں کے لئے ہے اگرچہ اس کا ثبوت کسی بھی ملک سے نقل کر لیا جائے۔ کہ دو عادل گواہ یا روایۃ مستفیضہ ہو للعلامہ الشیخ کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا کہ جب رؤیت ایک شہر میں ثابت ہو جائے تو یہ تمام شہروں کے رہنے والوں کے لیے دلیل ہو گی۔ پس اہل مشرق کو مغرب والوں کی رؤیت لازم ہو گی۔ اور اس کی پہلی وجہ تو نبی کریم ﷺ کے خطاب کا عموم ہے۔ آپ کے قول میں (صوموا) جو آپ کا حکم ہے آپ نے اسے مطلق روایت کے ساتھ معلق فرمایا ہے۔ لہٰذا جب کسی قوم کو رؤیت حاصل ہو گئی۔ تو وہ حکم جو رؤیت سے متعلق تھا یعنی (صوموا لرؤیتہ) عموم الحکم کے طور پر ثابت ہو گیا اور وجوب عام حاصل ہوا۔(رسائل ابن عابدین 1/251)

۲ المالکیہ:

1 جہاں تک "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ" کا تعلق ہے تو "ابن القاسم" نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی اہل بلد کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ ان کے علاوہ دوسرے ملک والوں نے ان سے پہلے چاند دیکھ لیا تو ان پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے جو انہوں نے لاعلمی کی وجہ سے افطار کیا۔(ھدایۃ المجتہد العلمیہ المحققہ 1/535)

2 الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مواھب الجلیل من ادلۃ الجلیل" میں فرمایا: امام مالک کا یہ قول کہ اگر دو عادل گواہوں سے نقل کیا گیا یا ان سے روایت مستفیضہ حاصل ہو گئی تو حکم عام ہو گا اس کے بارے میں الوزیر نے کہا کہ روزہ کا وجوب تمام ملکوں پر عام ہو گا قریب اور دور دونوں شکلوں میں حکم ایک ہو گا اور اس میں مسافت قصر' اتفاق یا اختلاف مطالع کا کوئی لحاظ نہ رکھا جائے گا اور یہ ہر اس پر واجب ہو گا جس تک دو عادل گواہوں سے ثبوت نقل ہو جائے یا ان دو سے روایۃ مستفیضہ کے ذریعے علم حاصل ہو جائے۔(مواہب الجلیل 2/9)

3 ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا: چھٹا مسئلہ: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو چاند دیکھے گا وہ روزہ رکھے گا اور جس کو خبر پہنچ جائے گی تو اس پر بھی روزہ لازم ہو گا۔(احکام القرآن لابن العربی 1/83)

4 قاضی ابو اسحاق نے ابن الماجشون سے روایت کیا ہے کہ اگر رؤیت بصرہ میں امر شائع اور ذائع سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی یہاں تک کہ شہرت اور تعدیل کی ضرورت باقی نہ رہی تو اس خبر سے بصرہ کے علاوہ باقی ممالک پر بھی روزہ لام ہو گا۔(المنتقیٰ شرح المؤطا: 2/37) اوجز المسالک میں ہے کہ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اکثر فقہاء فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کے بتانے سے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی ملک والوں نے ان سے پہلے چاند دیکھ لیا ہے تو ان پر اس روزے کی قضاء واجب ہو جائے گی جو ان سے چھوٹ گیا ہے۔ اور یہ قول اصحاب الرائے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما بھی اسی طرف گئے ہیں۔ القرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمارے شیوخ فرماتے ہیں کہ جب رؤیت ہلال کسی موضع میں قطعی طور پر واقع ہو جائے پھر دو گواہوں کے ذریعے دوسروں تک نقل کر دی جائے تو ان پر بھی روزہ لازم ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ سے قابل اعتماد طور پر یہی ملتا ہے کہ وہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے پر متفق ہیں۔(اوجز المسالک 5/12-11)

۳ حنابلہ:

1 ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی میں فرمایا: جب ایک ملک والے چاند دیکھ لیں تو تمام ممالک کے مسلمانوں پر روزہ لازم ہو جاتا ہے۔اور یہی اللیث اور امام شافعی کے بعض اصحاب کا قول ہے۔پھر اس و قول پر دلیل لاتے ہوئے کہتے ہیں اور ہمارے لئے یعنی حنابلہ کی رائے کی دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے:(فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) کہ جو کوئی تم میں سے رمضان پر شاہد ہو جائے پس وہ اس کے روزے رکھے۔اور تمام مسلمین ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی فرضیت پر جمع ہیں اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رمضان کے داخل ہونے کا یہ دن ثقہ راویوں کی گواہی سے تمام مسلمانوں پر فرض کرنے کا باعث ہے کیونکہ رمضان کا ماہ دو چاند کے درمیان ہی تو ہے۔اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شریعت مطہرہ کے تمام احکامات جیسے قرضہ کی ادائیگی کی مدت کا پورا ہونا' طلاق کا مدت پوری ہونے پر واقع ہو جانا' غلام کے آزاد ہونے کا وقت پورا ہو جانا' نذر کے پورے ہونے کا وقت آنا اور اسی طرح کے دوسرے شرعی احکام میں سے روزہ بھی ہے جو اپنے خاص وقت کے داخل ہونے پر ہی فرض ہوتا ہے جب کھلی دلیل کے طور پر سچی روایت سے چاند دیکھنے کی تصدیق ہو جائے تو روزہ واجب ہو گیا اور اس کی فرضیت نص اور اجماع سے ثابت ہے خواہ ملک قریب قریب ہوں اور جہاں تک کریب والی حدیث کا تعلق ہے تو وہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ وہ لوگ (ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی) اکیلے کریب کی روایت پر عید کرنے کو درست نہ جانتے تھے۔(المغنی 3/10)

2 الانصاف میں کہا کہ الامام علاء الدین المرداوی اختلاف کی صورت میں راجح معلوم کرنا کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں: اگر ایک علاقے والے چاند دیکھ لیں تو سب لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔یعنی اس پر جس نے دیکھا ہو اس پر بھی جس نے نہ دیکھا ہو۔اور اگر مطالع متفق ہیں تو بھی لازم ہو جاتا ہے اور اگر مطالع مختلف ہیں تو صحیح مذہب یہی ہے کہ روزہ واجب ہو جاتا ہے۔یونہی انہوں نے الفروع الفائق اور الرعایۃ میں کہا اور الفائق میں فرمایا کہ ایک ملک میں چاند نظر آجانا تمام مسلمانوں کے لئے جس پر روزہ رکھنا فرض ہے دلیل ہے۔(الانصاف: 3/372)

3 اور حاشیہ " الروض المربع شرح زاد المستقنع "میں ہے کہ جب ایک ملک میں رویۃ ہلال ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب پوری امت کو ہے۔الوزیر فرماتے ہیں کہ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جب چاند کھلم کھلا دیکھ لیا جائے تو تمام دنیا والوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔(حاشیہ الروض المربع 3/357)

4 اور ''المبدع شرح المقنع'' میں ہے: جب چاند دیکھ لیا جائے تو عموم کے طور پر سب لوگوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زوال دنیا میں ایک ہی ہے۔(المبدع 7/3)

5 اور ابن القدامہ نے ''المقنع'' میں فرمایا: جب کسی ملک والے چاند دیکھ لیں تو تمام لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے اور رمضان کے چاند میں ایک عادل گواہ کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (357/1)

6 اور شمس الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ ''الفروع'' میں فرماتے ہیں: اگر چاند کی رؤیت قریب یا دور کسی ایک جگہ بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو تمام ممالک المسلمین کے لوگوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور جس نے چاند دیکھا اور وہ جس نے چاند نہیں دیکھا سب کا حکم برابر ہے۔ اگرچہ مطالع کا اختلاف کیوں نہ ہو۔ اور اس کو اصل قرار دیا فقہاء کی ایک جماعت نے وجوب کے عام ہونے کا ذکر کیا ہے اور القاضی اور اصحاب، صاحب المغنی اور صاحب المحرر نے روزہ کو باقی تمام احکام شریعہ کی طرح ایک حکم ہونے کی وجہ سے (جو وقت کے تعین کے ساتھ متعلق ہو مثلاً طلاق دینا' دین عتاق وغیرہ) باقی تمام احکام کی طرح ثابت کرنے اور حکم لگانے کو درست قرار دیا ہے۔(الفروع 13/2)

دیگر فقہاء کی رائے

1 ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب کسی ملک کے رہنے والوں کے نزدیک یہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ کسی دوسرے ملک والوں نے ان سے پہلے چاند دیکھ لیا تھا تو ان پر اس روزے کی قضاء واجب ہے جو انہوں نے چھوڑا اصحاب الرائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما نے یونہی کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما بھی اسی کے حق میں ہیں۔(معالم السنن 84/2)

2 بہاء الدین ابن شداد نے کہا: اکثر فقہاء فرماتے ہیں جب یہ ثابت ہو جائے کہ کسی ایک ملک کے لوگوں نے ان سے پہلے چاند دیکھ لیا ہے تو ان پر اس روزے کی قضاء ہے جو انہوں نے چھوڑا ہے یہی امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما اور اصحاب کا قول ہے۔(دلائل الاحکام 599/1)

3 حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: جو کوئی کئی ایک مطالع کی بات کرتا ہے تو اسے مناسک میں اس صورت سے پالا پڑے گا جس کا دین کے خلاف ہونا معلوم (واضح) ہے۔(الفتاویٰ 113/25) اور فرمایا فقہاء کی غالب اکثریت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب

دو گواہ چاند دیکھ چکے ہوں پھر بھی نبی ﷺ نے اس کے مطابق حکم نہ لگایا ہو۔ایسا موجود نہیں ہے۔(الفتاویٰ 186/25) پھر کہا کہ کوئی شخص کسی حکم کے واجب ہونے کا علم پہنچنے کے بعد ہی اس حکم کا مکلف ٹھہرتا ہے۔(الفتاویٰ:109/52)

4 الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ: یہ بات نبی ﷺ کے ہاں طے شدہ ہے اور بخاری و مسلم میں نقل ہو چکی کہ تم چاند دیکھے بغیر نہ تو روزہ رکھو اور نہ ہی عید کرو اور اگر تم پر بادل ہو جائیں تو تیس کی گنتی پوری کرو اور یہ خطاب زمین کے کسی خاص حصہ میں رہنے والوں کے لئے نہیں بلکہ ہر اس مسلم کے لئے ہے جس پر روزہ فرض ہو۔تو اس ایک حکم سے ایک ملک کے چاند دیکھنے والوں کی وجہ سے دوسرے ملک کے رہنے والوں پر روزہ کی فرضیت پر استدلال کرنا کہ دوسروں پر بھی فرض ہو گیا ہے بنسبت اس کے کہ دوسروں کے لئے یہ گواہی غیر مؤثر ہے بہت واضح ہے کیونکہ جب کسی ملک والوں نے چاند دیکھ لیا تو ان سب مسلمانوں نے دیکھ لیا سو جو دیکھنے والوں پر لازم ہوا تھا وہ دوسروں پر بھی واجب ہو گیا۔(نیل الاوطار:254/4)

اور کہا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ ایک آدمی کے خبر دینے سے اس حکم پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور یہ کہ جب یہ خبر دینے والا عادل ہو جس کی شہادت قبول کی جاتی ہے تو حکم تمام مسلمین پر فرض ہو جاتا ہے۔ہاں یہ کہ جس نے چاند دیکھا ہو اسے دوسروں کی نسبت انفرادی طور پر اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کی وجہ سے علم یقین حاصل ہو گیا ہے۔(السیل الجرار: 144/2)

5 نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے "الروضہ الندیۃ" میں کہا: کہ جب ایک ملک والے چاند دیکھ لیں تو تمام ملکوں پر ان کی موافقت لازمی ہے اس حکم میں احادیث صراحت کے ساتھ روزہ اور عید کو چاند دیکھنے پر موقوف کر رہی ہیں اور یہ خطاب بھی پوری امت کو ہے اس امت میں سے جب کسی ایک نے ایک مقام پر چاند دیکھ لیا تو گویا سب مسلمانوں نے دیکھ لیا۔(الروضہ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ:231/1)

6 اور "الدرر السنیہ" میں ہے کہ جس کسی گاؤں کے رہنے والوں کو چاند نظر آجائے خواہ صرف ایک آدمی چاند دیکھنے والا ہو یا ایک شہر والے دیکھ لیں جب کہ دوسرے شہر والوں کو دکھائی نہ دے تو روزہ سب پر لازم ہو گیا اور جس نے روزہ نہیں رکھا اس پر قضاء فرض ہے اور کہنے والے کی یہ بات کہ ہر ملک والوں کے لئے اپنی رؤیت ہے صحیح بات نہیں ہے اور نہ ہی اس پر امت کا عمل رہا ہے اور نہ ہم نے اسے احادیث کی کتب میں دیکھا ہے۔تو کیا قول رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کے لئے اللہ سے ڈر جانے کا موقع نہیں ہے۔(الدرر السنیہ:307/5)

7 الشیخ المصطفیٰ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ: فرمایا رمضان کے چاند کے بارے میں ایک بالغ عادل کی گواہی قبول کی جانی چاہئے خواہ غلام ہو یا عورت ہو یا گواہی ان الفاظ سے بھی نہ ہو جو گواہی کے لئے مطلوب ہیں اگرچہ دیکھنے والا ایک جماعت کے ساتھ ہو اور اس اکیلے نے دیکھا ہو اور جماعت میں سے کسی اور کو نظر نہ آیا ہو۔ اور اس گواہی کے ثابت ہونے کے لئے حاکم کے اسے قبول کرنے کی شرط نہیں ہے۔ پس جس نے ایک عادل کے چاند دیکھنے کی خبر سن لی اس پر روزہ فرض ہو گیا خواہ حاکم نے اس خبر کو ردّ ہی کر دیا ہو۔ (مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی: 2/173-174)

8 الشیخ عبدالرحمن السعدی رحمۃ اللہ علیہ: پوچھا گیا کیا تار وغیرہ کی خبر پر روزہ اور عید پر عمل کیا جائے گا تو جواب دیا: اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ ہر اہم معاملہ جس کے اعلان، شہرت اور خبر دیئے جانے کی حاجت عمومی بھی ہو اور فوری بھی تو اس کے لئے ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں تاکہ یہ مقصد حاصل ہو سکے۔ اور لوگ ہمیشہ ان طریقوں سے جو جلدی سے جلدی خبر کو پھیلانے اور عام کرنے والے ہوں دنیاوی امور میں اس قسم کے کاموں میں جہاں ایسی ضرورت ہو فائدہ حاصل کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی بھی لوگوں کو پہلے کی نسبت اچھا اور کم وقت میں مقصد حاصل کرنے والا نیا وسیلہ میسر آیا تو وہ اس کی طرف لپکے اور اس قسم کے کاموں میں یوں تیزی سے خبر کا پھیلانا عمومی فائدہ کا باعث ہے۔ بلکہ ایک فرض سے لوگوں کے عہدہ براء ہونے کا ذریعہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس امت کو اس شعبہ اور اس قسم کے کاموں میں ایسا ہی کرنے پر اقرار کروایا ہے۔ اور اس پر نصوص اور اصول الشریعہ دلالت کرتے ہیں۔ کہ ہر وہ کام جس میں لوگوں کے لئے ان کے دین میں نفع ہو اور انصاف، سچائی اور صحیح خبر اس پر دلالت کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایسے کام کا اقرار کرتے ہیں۔ اسے قبول کرتے ہیں اور اس مصلحت کے پیش نظر جو اس کام سے حاصل ہو رہی ہو کبھی اس کا حکم دیتے ہیں اور کبھی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح خبر کو کبھی ردّ نہیں کرتے خواہ وہ کسی بھی طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے اور نہ ہی انصاف اور سچائی کی کبھی بھی نفی کرتے ہیں خواہ وہ کسی بھی ذریعے اور دلیل کے ساتھ ان کے سامنے آئے۔ اور خاص کر جب یہ ایک پھیلی ہوئی خبر ہو اور مختلف قسم کے امور اس کی تائید میں ہوں پس اس اصول عظیم کو لازم پکڑ کیوں کہ اس کا فائدہ بہت سے مسائل میں ہے اور اگر تو اس اصول کو سمجھ گیا تو یہ تجھے کئی ایک جدا جدا معاملات اور کسی پیش آمد واقعہ کی جزئیات میں شریعت کے مطابق حکم لگانے کا اہل بنا دے گا۔ اور یہ واقعات تو ہمیشہ یونہی پیش آتے ہی رہیں گے مگر تیرا فہم دین ایسا قاصر نہ ہو گا کہ تو بہت سی بھلائی کو کھو بیٹھے بلکہ ہو سکتا ہے (اس اصول کو نہ سمجھنے کی وجہ سے) تو بہت سی چیزوں کو بدعت خیال کر بیٹھے اور ایسا نہ ہو کہ جب کوئی حادثہ پیش آئے اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں اس کی تصریح موجود نہ پا کر شریعت، عقل و فطرت کی مخالفت کا مرتکب ہو جائے۔ (الفتاوی السعدیۃ: 233)

رؤیت ہلال کے سلسلے میں دور حاضر میں منعقد ہونے والی فقہی کانفرنسیں

1 قاہرہ میں 1391ھ میں منعقد ہونے والی پہلی کانفرنس ''مجمع البحوث الاسلامیہ'' نے ایک قرارداد پیش کی جس کی کئی ایک شقوں میں سے ایک یہ ہے:
کانفرنس کے شرکاء کی رائے میں اختلاف مطالع قابل اعتبار نہیں اگر سلطنتیں ایک دوسرے سے دور بھی ہوں مگر چاند کے اعتبار سے وہ مشترک ہوں یعنی رات کے کسی نہ کسی حصہ میں ان کا علاقہ شامل ہو تو حکم ایک ہی ہوگا۔(مجلۃ الشریعہ والدراسات الاسلامیہ السنہ السادسہ العدد 13 ص408)

2 ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کی پہلی کانفرنس میں جس کا انعقاد 1406ھ میں جدہ میں ہوا جبکہ اس کی فقہی بحثوں کی تکمیل اس کانفرنس کی دوسری مجلس میں ہوئی جو 1407ھ میں '' عمان'' میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس نے اس میں شامل ارکان کے پیش کردہ مضامین اور رؤیت کے معاملے میں ماہرین کے خیالات غور سے سننے کے مندرجہ ذیل قراردات پیش کی۔

1 جب کسی ملک میں رؤیت ثابت ہو جائے تو مسلمانوں پر اس کے مطابق حکم فرض ہو جاتا ہے اور اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حکم رسول ﷺ مسلمانوں کے لئے روزے اور عید میں حکم عام ہے۔(مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی العدد الجزء الثانی ص1033)

جہاں تک مخالفین کا تعلق ہے ان کے دو گروہ ہیں

ایک قسم تو بعض شافعیوں کی ہے جو مندرجہ ذیل حدیث کریب کا سہارا لئے ہوئے ہیں۔(کریب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ مجھے ام الفضل بنت حارث نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف شام کسی کام کے لئے بھیجا۔ شام پہنچ کر میں نے ان کا کام کر دیا اسی دوران وہاں رمضان شروع ہو گیا میں نے وہاں چاند جمعہ کی رات کو دیکھا تھا جب میں مدینہ واپس آیا تو مہینہ اخیر ہو چکا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے حال احوال پوچھنے کے بعد چاند کا ذکر کیا اور پوچھا تم نے چاند کب دیکھا میں نے کہا ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تو فرمانے لگے کیا تم نے خود دیکھا میں نے جواب دیا میں نے خود دیکھا اور لوگوں نے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا۔ فرمانے لگے ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا اور ہم تو روزے رکھتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ ہم خود چاند (عید) دیکھ لیں یا پھر '' 30'' کی گنتی پوری کر لیں۔ میں کہا کیا آپ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت کافی نہیں ہے۔ فرمانے لگے نہیں اور یونہی ہمیں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے) (مسلم:1087)

دوسری قسم مخالفین ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہے جو اپنے ملک کی سیاسی فضاء کی موافقت کرتے ہیں۔اور ان کے ملک کی سیاسی فضاء ان کا اولین مسئلہ ہے اور آج کی سیاست مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے اور اسلام سے جنگ کرنے کے سوا اور ہے کیا؟ یہ لوگ بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں کیونکہ یہ اہل سنت کے خلاف طریقے پر گامزن ہیں اور اپنی خواہشات اور کفر وضلالت کی وجہ سے مرتد حکام کی پیروی کر رہے ہیں۔ جیسے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک حالت میں ہیں اور ان کا دین انتہائی غیر محفوظ ہے۔

جہاں تک مخالفین کے پہلے گروہ کا تعلق ہے تو ہم اس کی دلیل کا ضعف، اس کی علمائے امت کے فہم کی مخالفت اور اس گروہ کے موقف میں تناقض کا بیان کریں گے۔

تناقض: روضۃ الطالبین میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اگر چاند ایک ملک میں دیکھ لیا گیا ہے جب کہ دوسرے میں وہ نظر نہیں آیا تو اگر ملک باہم قریب ہیں تو حکم ایک ہی ہوگا اور اگر ایک دوسرے سے دور ہیں تو حکم کی دو صورتیں ہوں گی ان دو میں سے صحیح یہی ہے کہ ایک ملک کے دیکھنے کی وجہ سے دوسرے پر صوم واجب نہ ہوگا۔ اور فاصلے کے معاملے میں تین ضابطے شمار کئے گئے ہیں۔ پہلا جس کے مطابق عراقی فقہاء الصیدلانی اور دوسروں کی رائے ہے وہ یہ کہ اگر مطالع کا اختلاف مانا جائے تو ملک الحجاز، عراق اور خراسان ایک دوسرے سے بعید میں شمار ہوں گے، اور اگر ایک ہی المطلع قرار دینا ہو تو ملک بغداد، الکوفہ، الری اور قزوین باہم قریب شمار ہوں گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مطلع سلطنت کی بنیاد پر ہوگا ایک متحد سلطنت کے لئے ایک اور مختلف کے لئے اختلاف مطالع اور تیسری بات یہ ہے کہ بعد وہ فاصلہ شمار ہوگا جس پر قصر نماز پڑھی جا سکتی ہے اور اسی کے مطابق امام الحرمین، الغزالی اور صاحب التہذیب نے کہا ہے اور الامام نے تو اس پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔ (روضۃ الطالبین 348/2)

اور "شرح المہذب" میں فرمایا: تیسری رائے یہ ہے کہ بُعد وہ فاصلہ ہے۔ جس پر نماز قصر کی جائے اور اس سے کم قریب میں شمار ہوگا۔ اور اس کی مطابقت الفوارانی امام الحرمین، الغزالی، والبغوی اور دوسرے کئی خراسانی علماء نے کی ہے اور امام الحرمین نے اس پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ اختلاف مطالع ستاروں کے حساب کتاب کے جاننے والوں کی محتاجی کی طرف لے جاتا ہے جبکہ شریعت مطہرہ کے قواعد اس علم نجوم کا انکار کرتے ہیں۔ تو اس حال میں مسافۃ قصر کو ضابطہ قرار دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ (المجموع شرح المہذب 6/2)

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: بُعد کا تعین کے لئے ضوابط ہیں جن میں دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ بُعد مسألۃ قصر (جس فاصلہ پر نماز قصر کرنا جائز ہے) شمار ہوگی اس کی مطابقت الامام (امام حرمین) اور البغوی نے کی ہے الرافع نے الصغیر میں اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسے صحیح کہا ہے۔اور تیسرا ضابطہ ایک سلطنت کو ایک المطلع ماننا ہے۔(فتح الباری 155/4)

لہٰذا اختلاف کا انحصار ان کے نزدیک دو ضابطوں پر ہے۔پہلا ضابطہ سلطنت کی بنیاد پر مطالع کو جدا جدا سمجھنا ہے۔تو اس قول کا بودا پن واضح ہے کیونکہ حدود سلطنت کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے مثلاً'' الکوفہ '' عہد اموی میں وہ نہ تھا۔جو عہد عباسی میں تھا۔اور آج کا'' خراسان'' وہ نہیں جو مامون کے وقت میں تھا۔اسی طرح'' سجستان'' عہد اموی میں وہ نہ تھا جو عہد عباسی میں تھا اور آج نہ دور اموی والا ہے اور نہ عباسی والا ہے،ایسے ہی شام قدیم دور میں'' سوریا'' ''الاردن''''فلسطین'' ''لبنان''''عراق'' کے کچھ حصے اور ترکی کے کچھ حصے پر مشتمل تھا۔تو جو ملک اس وقت ایک مطلع تھا آج چھ مطالع بن گیا۔اسی طرح ''ہند''قدیم دور میں''انڈیا'' ''پاکستان''اور''بنگلہ دیش''پر مشتمل تھا۔تو جو ملک اُس وقت ایک مطلع تھا آج تین مطالع بن گیا۔سیاسی مدوجزر سے سلطنتوں کی حدود میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں پھر کئی ایک نئی سلطنتیں منصہ شہود پر ابھرتی ہیں جبکہ کئی ایک کا وجود اس دنیا سے مٹ جاتا ہے اور اسی طرح سے جدید حدود کا قیام وجود پذیر ہوتا ہے۔اللہ کی پناہ کے احکام شریعت کا دارومدار سیاسی خود ساختہ حدود اور ایسی غیر مستقل بنیادوں پر ہو۔اگر وہ اختلاف مطالع کی بنیاد طول بلد پر رکھتے تو ان کی بات غلط ہونے کے باوجود قابل بحث وتکرار تو تھی مگر یہ حدود سلطنت کو بنیاد بنانا تو بالکل عقل وشرع اور منطق سے خالی ہے۔اور جہاں تک اختلاف مطالع کو مسافہ قصر کا پابند کرنا ہے تو اس جیسا بودا نا قابل عمل قول میں نے فقہاء کے یہاں نہیں دیکھا الّا یہ کہ شیعہ کی کتب میں ایسی چیزیں ہوں۔اگر پہلی بنیاد سلطنت کو لیا جائے تو دوسرے اصول کے مطابق مسألۃ سفر کو بُعد قرار دیتے ہوئے ایک سلطنت میں ساٹھ تک مطالع بھی ہو سکتے ہیں مثال کے طور رپرانے زمانے میں'' خراسان''کی سلطنت جن علاقوں پر محیط تھی آج وہ یہ ہیں (ایران،افغانستان کا شمالی حصہ،پاکستان کے کچھ شمالی حصے سے لے کر کشمیر تک) یہ قریباً 3500 کلو میٹر ہوتا ہے۔اور اگر مسألۃ قصر جسے کہا جاتا ہے وہ''4''برد (70 کلو میٹر) ہو تو خراسان جیسے قدیمی میں پچاس مطالع ہلال ہوں گے۔اور آج کے جزیرۃ العرب کو لے لیں تو یہی حال اس کا بھی ہوگا جب کے مسافت قصر کوئی اتفاقی چیز نہیں ہے بلکہ اس میں بہت اختلاف ہے اور کوئی نص ایسی نہیں جو اسے کسی ایک ضابطے میں جکڑ دے۔4 فرسخ سے لے کر''4''برد تک کہنے والے علماء موجود ہیں یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے علاقے کی حدود کو چھوڑ جانے سے آدمی مسافر ہو جاتا ہے۔یہ قول فقہاء کو چھوڑ کر ایک عقل والے کو بھی زیب نہیں دیتا۔یہ قول تو بالکل اس کے رسول پر باطل بات لگانا اور دلیل سے ہٹ کر کلام کرنا ہے۔بلکہ اس معاملے میں حکم کو جس بنیاد پر اللہ کے رسول نے قائم فرمایا وہ چاند دیکھنا ہے اور نہ یہ کہ ہر مسافت قصر والوں کے لئے علیحدہ رؤیت ہوگی اور نہ ہی یہ

فرمایا کہ ہر سیاسی سلطنت وادارہ کے لئے اپنی اپنی رؤیت ہو گی۔اللہ کا رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا:

وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ(البقرہ:۱۲۰)

''اور تم سے یہ تو یہودی خوش ہوں گے نہ تو عیسائی یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو(ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی الٰہی) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلوگے تو تم کو اللہ (کے عذاب) (سے) بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔''

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ(المائدہ:۴۹)

''(ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق انمیں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بھٹکا نہ دیں۔اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔''

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ(الرعد:۳۷)

''اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان نازل کیا ہے۔اور اگر تم علم آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے چلوگے تو اللہ کے سامنے کوئی نہ تمہارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔''

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه، وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَه، عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَ كَانَ اَمْرُه، فُرُطًا (الکہف:۲۸)

''جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کررہو۔اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں۔کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔''

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے استدلال کی بنیاد میں کمزوری

بلاشبہ وہ حدیث جس سے اختلاف مطالع والے دلیل پکڑ رہے ہیں حقیقتاً اس میں ان کے لئے دلیل موجود ہی نہیں کیونکہ اس حدیث سے دوسرے گروہ نے روزہ اور عید کو چاند نظر آنے سے مشروط ہونے پر استدلال کیا ہے۔ لیکن انہوں نے حدیث کو مختصر طور پر نقل کیا ہے اور جو ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت صحیح مسلم میں ہے اسی کو "بیہقی" نے مکمل نقل کیا ہے۔

السنن الکبری میں فرمایا: کُریب فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم چاند دیکھ کر روزہ رکھیں اور چاند دیکھ کر ہی عید کریں اور اگر ہم پر بادل ہو جائیں تو تیس کی گنتی پوری کریں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کلام بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اختلاف مطالع کی بات تو نہیں کی اور نہ ہی یہ کہا کہ حجاز کا مطلع جدا، شام کا جدا ہے اس طرح خراسان کا اپنا مطلع وغیرہ۔ لہٰذا اختلاف مطالع کو اس روایت سے ثابت کرنے والوں نے روایت کو اس مفہوم پر محمول قرار دیا جو کہ اس میں پایا ہی نہیں جاتا۔ اور کسی کا حتمی طور پر کہنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب یہی تو ہے کہ ہر ملک کی رؤیت علیحدہ علیحدہ ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ پر وہ بات تھوپنا ہے جس کا کوئی علم اس کے پاس نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی ایسی مرفوع حدیث تو نقل نہیں فرما رہے جس سے اختلاف مطالع کی تائید ہو یا جس سے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چاند رؤیت کرنے والوں کی خبر کو قابل احتجاج نہ سمجھنے کا کوئی جواز ہو جو کلام انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب فرمایا ہے وہ تو رؤیت کو بنیاد قرار دینے والی عام حدیث (حکم) ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل کو اس معاملے میں اختیار نہیں کیا تو کیا انہوں نے ایسا اس لئے کیا کہ جیسے بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ اختلاف مطالع کے قائل ہیں یا اس کی کوئی اور وجہ ہے۔ کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا جس سے ان کی بات کی حد بندی ہو سکے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ کُریب کی گواہی اس امر میں کافی نہ تھی بلکہ دو گواہوں کی ضرورت بھی۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچی جب اس کے پہنچنے کا فائدہ کوئی نہ تھا اور تمام فقہاء کے نزدیک اصولی بنیادوں میں یہ بات متفقہ طور پر طے شدہ ہے کہ جہاں احتمال پیدا ہو جائے وہاں استدلال کی قیمت باقی نہیں رہتی۔ اور یونہی خواہشات کی پیروی کرنے والے کیا کرتے ہیں کہ احتمالات سے بھرپور اور غیر قطعی الدلالۃ دلیلوں کو لے کر آیات واحادیث صحیحہ کا رد کیا جائے اور کبھی کسی صحابی یا تابعی کا قول انہیں اپنی رائے کا موافق مل جائے وہ سنت کے مخالف کیوں نہ ہو اور اس میں کئی احتمالات کیوں نہ ہوں بس اس سے چمٹ جائیں گے اور اس پر ایسے جم جائیں گے جس کی کوئی حد نہیں۔ اس انداز کے حاملین ہی وہ اہل بدعت ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی توجیہ کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روزہ اس لئے افطار نہیں کیا (عید رؤیت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطابق نہ کی) کہ ان کے نزدیک یہ رؤیت صرف ایک راوی کے قول سے ثابت ہو رہی تھی جو کہ افطار کے لئے کافی نہ تھا۔ (الفتاویٰ 108/25)

اگر کہا جاتا کہ چونکہ چاند نظر آنے کی خبر انہیں ماہ رمضان کے دوران ملی اس لئے انہوں نے اپنی رؤیت پر ہی رمضان کی بنیاد رکھی خلاف اس کے اگر وہ اس خبر سے پہلے دن ہی آگاہ ہو جاتے تو اس میں بھی ایک پہلو سے وزن ہوتا۔ بلکہ اگر تھوڑے لوگوں کی رؤیت انسان کو رمضان کے دوران پہنچے تو (رؤیت نہ پہنچنے کی وجہ سے) چھوڑے گئے روزے کی قضاء میں اختلاف ہے۔ کیونکہ شریعت میں مکلف وہی ہوگا جسے وقت پر واجب کا علم پہنچ چکا ہو۔ اور جب علم نہ پہنچا اور نہ کوئی واضح دلیل کسی شئے کے وجوب پر قائم ہوئی تو پھر وجوب کس بات کا اور اس کو یہ کہہ کر ردّ کر دیا گیا ہے کہ جب رؤیت ہلال کی خبر دن میں (روزہ کے دن) پایہ ثبوت کو پہنچ گئی خواہ کچھ کھانے سے پہلے یا کچھ کھا لینے کے بعد ہر حال میں کھانے پینے سے رک جانا اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اس روزے کی قضاء فرض نہیں۔ (الفتاویٰ: 109/25)

اور ابن قدامہ نے مغنی میں کہا ہے: جہاں تک حدیث کُریب کا تعلق ہے تو بات یہی ہے کہ انہوں نے اکیلے کُریب کے قول پر روزہ افطار نہیں کیا۔ (المغنی 12/3)

اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں کہا: کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں دلیل صرف اس کلام سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے نہ کہ اس میں جو لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سمجھے ہیں۔ (نیل الاوطار: 254/2)

او جز المسالک میں فرمایا: حدیث کریب سے ایک ملک کی رؤیت پر دوسرے ملک والوں کے اوپر روزہ فرض ہونے پر دلیل پکڑنا اس کے خلاف دلیل پکڑنے کی نسبت بہت واضح ہے کیونکہ جب ایک ملک کے رہنے والے مسلمانوں نے چاند دیکھ لیا تو گویا سب مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں کہ دنیا کہ تمام کونوں میں بسنے والے مسلمان تمام شرعی احکام میں ایک دوسرے کی گواہی اور خبر پر عمل کرتے ہیں تو چاند کا دیکھنا بھی باقی شرعی احکام میں سے ایک حکم ہی تو ہے۔ (او جز المسالک: 13/5)

صدیق حسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: پس جس کسی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت سے دلیل پکڑی تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ ہر گز نہیں کہا کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دنیا کے دوسرے گوشوں میں چاند دیکھنے کی خبر پر عمل کرنے سے منع کیا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تو یہی بتانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا ہے کہ یا تو گنتی پوری کریں یا چاند دیکھیں۔ (الروضہ الندیہ 33/1)

الطحاوی نے مشکل الاثار میں فرمایا: حدیث کریب میں جو کریب نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے تو اس کی حقیقت یہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی ہی اس وقت جبکہ اس کے استعمال کا وقت گزر چکا تھا نہ کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو مل جاتی جب کہ وہ اس کے مطابق روزہ رکھ سکتے تھے تو بھی وہ اس کو ردّ کر دیتے۔ تو جب وہ اتنی دیر سے پہنچی تو انہوں نے انتظار ہی کا فیصلہ کیا تاکہ مہینے کا اخیر چاند نظر آنے سے اس کے اول یوم کا فیصلہ کر دے۔ (مشکل الاثار 203/1)

یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کلام سے جو یہ سمجھے ہیں وہ احادیث سے ٹکراتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہیں جس پر خلفائے راشدین کا عمل ہے۔ ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ لوگ عید کے چاند میں اختلاف کرنے لگے کہ دو اعرابی آئے انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو اللہ کو گواہ بناتے ہوئے کہا کہ کل رات کو انہوں نے چاند دیکھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ افطار کریں۔ خلف نے فرمایا کہ کل عید کے لئے مصلی کی طرف نکلیں۔ (ابوداؤد 2329 اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے)

ابو عمیر بن انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے میرے پھوپھی کے رشتے سے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ لوگوں میں رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہوا اور ہم لوگ روزے سے تھے کہ ایک قافلہ دن کے اخر میں آیا اور انہوں نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں گزری ہوئی شام کو چاند دیکھنے کی گواہی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم روزہ ختم کر دیں اور اگلے دن عید کے لئے نکلیں۔

(ابوداؤد 157، النسائی 231/1، ابن ماجہ 1653، ابن جارود فی المنتقیٰ 139، احمد 58/5، (قال عنه الالبانی فی ارواء الغلیل انه صحیح و رواه ابوداؤد 1157 ، النسائی 231/1، ابن ماجہ 1653، ابن جارود فی المنتقیٰ 139، احمد 58/5، وابن ابی شیبه 169/2، والطحاوی 231/1، والدارقطنی 233، والبیهقی 316/3 و صححه ابن المنذر وابن السکن وابن حزم کما قال الحافظ فی تلخیص الحبیر 136 وصححه البیهقی والدارقطنی وابن حجر) ارواء الغلیل میں الشیخ الالبانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

خلفائے راشدین کا عمل

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے دوران سفر عید کا چاند دیکھا۔ وہ جلدی سے صبح کے کے وقت مدینہ پہنچ گئے ان دونوں نے خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچائی انہوں نے ایک سے پوچھا کیا تم روزے سے ہو اس نے جواب دیا: جی ہاں فرمایا کیوں

؟اس نے جواب دیا کہ میں نے نہ پسند کیا کہ لوگ روزے سے ہوں اور میں روزہ نہ رکھ کر ان کی مخالفت کر رہا ہوں اب آپ نے دوسرے سے یہی سوال کیا۔اس نے کہا میں نے تو روزہ نہیں رکھا فرمایا کیوں؟اس نے کہا چونکہ میں نے چاند دیکھ لیا تھا لہٰذا مجھے یہ غلط معلوم ہوا کہ میں روزہ رکھوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے روزہ نہ رکھنے والے سے کہا اگر یہ دوسرا شاہد نہ ہوتا تو ہم تمہاری عقل درست کرتے (سزا دیتے) پھر لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے روزہ نہ رکھا۔(عید منائی) (موسوعۃ فقہ عمر ابن الخطاب 210، المحلیٰ بالاثار 378/4، المغنی 160/3)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کو لوگوں کے ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ اس دن ہے جس تم (یعنی مسلمین) روزہ رکھو۔اور عید الفطر اس دن ہے جس دن تم عید کرو اور قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو چاند دیکھ کر روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے اس لئے جس دن لوگ روزہ رکھیں وہ رمضان کی ابتداء ہے۔جب روزے چھوڑ دیں وہ عید کا دن ہے اور اسی طرح جب لوگ عرفات میں وقوف کریں وہ یوم عرفہ ہے ۔اور جب عرفات سے منیٰ لوٹیں اور قربانی کریں وہ عید کا دن ہے۔ حتیٰ کہ ان دنوں کے تعین میں اگر ان سے غلطی بھی ہو گئی ہو تو حکم یہی ہو گا کہ اس میں ان کے ساتھ رہو اور جب وہ چاند دیکھ چکے ہوں پھر تو حکم کی شدت مزید زیادہ ہو گی۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ غلطی سے عرفات میں اس دن وقوف کر رہے ہیں جو یوم عرفہ نہیں ہے۔تو بھی اسی دن کو یوم عرفہ مانا جائے گا اور ان کے وقوف کرنے کا علم پہنچنے پر دور، نزدیک ہر جگہ اسے یوم عرفات سمجھا جائے گا۔(الفتاویٰ۔ 108-107/25)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر لوگ (مسلمین) دسویں دن عرفات میں وقوف کرتے ہیں (غلطی سے) تو صحیح بات یہی ہے کہ یہی یوم عرفہ ہے ظاہر کے اعتبار سے بھی اور حقیقۃً بھی اس میں کوئی غلطی نہیں کیونکہ عرفات کا تعین اسی بات پر ہے کہ لوگ (مسلمین) جسے یوم عرفہ کے طور پر پہچان لیں۔(الفتاویٰ 222/11)

کیوں کہ احکام الشرعیہ میں مسلمین ظاہر کے پابند بنائے گئے ہیں (لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا) لیلۃ القدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ لیکن اختلاف مطالع اور اصحاب النسیٔ (سیاسی حدود کی پیروی کرنے والوں) کے نزدیک یہ توجفت میں بھی ہو گی ۔ مگر لیلۃ القدر تو ایک سے زیادہ نہیں ہوتی اللہ عزوجل نے فرمایا ہے (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ) لیلۃ القدر فرمایا: ”قدر کی رات“ ہے نہ کہ یہ فرمایا کہ ”قدر کی راتیں“ یونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عرفہ کے دن

کے روزہ رکھنے کی برکت سے سال گزشتہ اور سال آیندہ کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔"(عرفہ کے دن وہ دن ہے جس میں تمام حجاج کرام میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔)

(مسلم:167/3،احمد:297/5،ترمذی:144/1،ابوداود:2425،ابن ماجہ:1730)

فرمایا:"کہ عرفہ کادن" نہ کہ " عرفہ کے دن ہیں" اسی طرح فرمایا:"عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنے کی برکت سے سال گزشتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

(مسلم:168/3،احمد:308/5-311،ترمذی:145/1،ابوداود:2426،ابن ماجہ:1838)

فرمایا:کہ " عاشوراء کادن ہے" نہ " عاشوراء کے دن ہیں" کوئی ہے پس نصیحت پکڑنے والا؟

پس ہم نے جان لیا کہ نبی کریم ﷺ کا عمل اور خلفاء راشدین کا طریقہ اور وہ جس پر ہم نے علماء ائمہ اور ائمہ اہل حدیث کو پایا یہی ہے اس مسئلہ میں کئی ایک مطالع کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کوئی چاند دیکھتا ہے جب کہ دوسرا نہیں دیکھ سکتا تو معتبر بات اسی کی ہو گی جس نے دیکھا نہ کہ جو نہیں دیکھ سکا کیونکہ اعتبار علم کا کیا جاتا ہے نہ کہ جہالت کا اور علم میں دیکھنے والا نہ دیکھنے والے سے یقیناً زیادہ ہے۔ ہم اللہ سے جو غالب ہے سوال کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کو اس راستے کی توفیق عطا فرمائے جس میں بھلائی ہو۔ انہیں ایک بنیاد پر قائم کر دے۔ ان کی حالت ابتر کو سنوار دے اس کے بکھرے ہوئے افراد کو جمع کر دے۔ اور بے شک وہ ان سب امور پر قادر ہے۔

1 نوٹ: سائنسی نقط نظر سے اس دنیا میں کسی دو ملکوں کے درمیان "24" گھنٹے کا وقفہ نہیں ہے۔ اگر آپ دنیا کے نقشے پر نگاہ ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ "فیجی" زمین کے مشرق کی سمت میں واقع ہے۔ یہاں پر مثال کے طور پر 2006 کی "جنوری" کے مہینے میں پہلی تاریخ کو نماز فجر کا وقت مقامی وقت کے مطابق تقریباً (4:12) بجے ہے جبکہ طلوع آفتاب کا وقت تقریباً (5:33) بجے ہے اور غروب آفتاب کا وقت تقریباً (6:46) بجے ہے، اس پٹی میں مغرب کے طرف جاتے ہوئے، چھ گھنٹے کے بعد " جکارتہ" میں پہلی ہی تاریخ کی نماز فجر ادا کی جائے گی اور مزید مغرب کے طرف جاتے ہوئے چار گھنٹے کے بعد "مکہ" میں پہلی ہی تاریخ کی نماز فجر ادا کی جائے گی۔ اور اگر "مکہ" سے مغرب کے طرف جائے تو ایک گھنٹے کے بعد "قاہرہ" میں پہلی ہی تاریخ کی نماز فجر ادا کی جائے گی اور مزید مغرب کے طرف جاتے ہوئے دو گھنٹے کے بعد "لنڈن" میں پہلی ہی تاریخ کی نماز فجر ادا کیجائے گی اور مزید مغرب کے طرف جاتے ہوئے پانچ گھنٹے کے بعد "نیویارک" میں پہلی ہی تاریخ کی نماز فجر ادا کی جائے گی۔ اسی طرح جب جمعہ کی نماز (6) جنوری "فیجی" میں ادا کی جائے گی تو اسی دن (یعنی 6 جنوری) کو پوری

دنیامیں بھی ادا کی جائے گی۔اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ واضح ہو گیا کہ کسی بھی دو ملکوں کے درمیان ایک دن (یعنی 24 گھنٹے) کا فرق نہیں ہو سکتا!

2 بعض بھائی کہتے ہیں کہ ہم چاند کے معاملے میں اپنے ملک کی ''رؤیت ہلال کمیٹی'' کے پابند ہیں کیونکہ امیر کی اطاعت ہم پر واجب ہے اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو۔ہم بھی امیر کی اطاعت کے موافق ہیں اور ہر گز یہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو، مگر ہم ان بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ عصر کی نماز کے معاملے میں آمیر کی اطاعت کیوں نہیں کرتے اور عصر کی نماز جلدی (یعنی اَول وقت) میں کیوں ادا کرتے ہیں، کیا یہاں پر آپ کو انتشار پیدا کرنے کا خدشہ نہیں ہے؟ یقیناً آپ یہ کہینگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور سنت کے عین مطابق عمل کر رہے ہیں۔تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چاند کے معاملے میں ایسا کیوں نہی کرتے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے رہنے والوں کو قافلہ والوں کے چاند دیکھنے کی گواہی کے بناپر یہ حکم نہیں دیا کہ روزہ کھول لیا جائے اور اگلے دن عید کی نماز پڑھی جائے؟۔

آخری میں ہم آپ کے سامنے جناب اوریا مقبول جان کا وہ کالم پیش خدمت کرتے ہیں جو روزنامہ ایکسپریس کراچی میں جمعرات 4 شوال المکرم 1430ھ 24 ستمبر 2009 میں شائع کیا گیا تھا۔''شاید کے تیرے دل میں اُتر جائے میری بات''

میر کیا سادہ ہیں

اوریا مقبول جان

روزنامہ ایکسپریس کراچی جمعرات 4 شوال المکرم 1430ھ 24 ستمبر 2009

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے تمام امت مسلمہ کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا' رنگ نسل' زبان اور علاقے کی بنیاد پر لکیریں کھینچ دی گئیں تو رخم کے ایک جانب اور قوم اور دوسری جانب اور' شط العرب کے کنارے اور قوم اور دوسری جانب اور' یہاں تک کہ ایک زبان بولنے' ایک تہذیب و ثقافت رکھنے والے اور ایک اللہ کے دین کو ماننے والوں کے درمیان لکیریں کھینچ دی گئیں۔ سب عرب تھے لیکن کوئی عراق تو کوئی شام' کہیں اردن اور کہیں مصر' خود جزیرہ نمائے عرب جہاں اسلام وحدانیت کا درس اور امت مسلمہ کے جسد واحد ہونے کا علمبردار بن کر طلوع ہوا' جن کی قبائلی رسم ورواج اور رہن سہن کے طریقے تک ایک تھے' اس سرزمین کو کہیں سعودی عرب' متحدہ عرب امارات' قطر بحرین' کویت' یمن اور مسقط جیسے ممالک میں بانٹ دیا تاکہ اس امت میں یہ احساس ختم ہو جائے کہ یہ کبھی ایک تھے۔ اس وقت عالمی طاقت برطانیہ تھی۔ اس کے وزیر خارجہ لارڈ کرزن نے اس تقسیم کے بعد کہا تھا "ہمیں ہر اس چیز کو ٹھکانے لگا دینا چاہیے جو مسلمانوں کی نسل کے درمیان کسی بھی قسم کا اسلامی اتحاد پیدا کرتی ہو جیسا کہ ہم پہلے ہی خلافت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں لہٰذا ہمیں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ مسلمانوں میں دوبارہ اتحاد پیدا نہ ہو سکے۔ نہ فکری اتحاد' نہ تمدنی اتحاد۔" لیکن مغرب تو اپنی جگہ ہمارا دشمن اور اس کی چالیں بجا لیکن اس امت کو تقسیم کرنے میں جو کردار ہم نے خود ادا کیا ہے وہ شاید انگریز خواب میں بھی نہ سوچ سکے۔ ایک دفعہ پھر میرا سر شرم سے جھک گیا اور میرے دامن میں ندامت کے انسوؤں کے سوا کچھ باقی نہ رہا جب میں نے اس امت میں صرف اپنے ملک پاکستان کو رویت ہلال پر لڑتے جھگڑتے دیکھا اور میدان جنگ کے شہسوار وہ علمائے دین تھے جنہوں نے سید الانبیاء علیہ السلام کی وہ احادیث خوب پڑھی ہوں گی جن میں اس امت کو ایک جسد واحد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پوری مسلم امہ ایک جسم کی طرح ہے یعنی اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہو گی تو پورا جسم اسے محسوس کرے گا۔" جسم واحد کی تکلیف تو ایک جگہ یہ علمائے حق تو ایک جگہ دیکھے گئے چاند کو بھی اپنے اوپر واجب کر کے ساتھ عید کی خوشی نہیں منا سکتے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایوب خان کی بنائی گئی رویت ہلال کمیٹی سے پہلے نہ یوں چاند پر لڑائیاں ہوتی تھیں اور نہ میرا دین اور اس کے علماء تمسخر کا نشانہ بنتے تھے۔ یہ کتنے ظالم ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کے زمانے سے لے کر خلافت عثمانیہ کے ختم ہونے تک پوری امت ایک دن روزہ اور ایک دن عید کرتی تھی لیکن جیسے ہی مغرب نے ان کے درمیان لکیریں کھینچیں انہوں نے کہا ہمارا چاند الگ' روزہ الگ۔ پچیس سال تک یہ لوگ سلہٹ اور چٹاگانگ میں چاند دیکھ کر لاہور اور کراچی میں عید کرتے تھے۔ جب وہ بنگلہ دیش بن گیا تو امت مسلمہ سے خارج ہو گیا۔ وہاں کی شہادت بھی قبول نہیں اور وہاں کی رویت بھی ناقابل اعتبار۔ اپنی اس ہٹ دھرمی اور امت کو

تقسیم کرنے کی روش کی وجہ سے یہ لوگ اختلاف مطلع کی بحث لے کر بیٹھ گئے کہا گیا سب کا مطلع الگ ہوتا ہے اور اس کا جواز ڈھونڈتے رہے۔ حالانکہ میرے نبی ﷺ کی سنت اور چودہ سو سال کے علماء ،فقہاء اور ائمہ کا راستہ ہی اور تھا۔ سنن ابی داؤد نسائی اور دار قطنی کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں رمضان کی 29 تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو لوگوں نے تیسواں روزہ رکھا ، صبح کے وقت دو بدو مدینہ آئے اور انہوں نے رات کو چاند دیکھ لینے کی شہادت دی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ روزہ ختم کر دیں۔ پوری امت کے لئے ایک چاند ہونے کی رسول اللہ ﷺ کی سنت کی یہی دلیل تھی کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول درّ مختار جلد اول میں درج ہے ''مطلع مختلف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر مغربی ممالک والے چاند دیکھ لیں تو مشرقی ممالک والوں کو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''اگر چاند ایک نظر آجائے تو تمام مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفتاویٰ جلد پنجم میں یہ فتویٰ درج ہے ''چاند کی شہادت کو کسی فاصلے یا کسی مخصوص ملک میں محدود کر دینا عقل کے بھی خلاف ہے اور اسلامی شریعت کے بھی۔ امام یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ جن کی اربعین تمام مسالک میں حجت رکھتی ہے کہتے ہیں: ''کسی ایک جگہ چاند کا نظر آنا تمام روئے زمین کو شامل ہے۔'' فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے مطابق ''اگر کسی جگہ بھی رویت ثابت ہو جائے اگرچہ وہ کتنی ہی دور جگہ ہو'' اگرچہ وہ ہزاروں کوسوں پر ہو تو یہاں والوں پر بھی حکم روزہ افطار ہو جاتا ہے'' میں پھر رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کروں گا ''ہمیں شوال کا چاند بادلوں کی وجہ سے نظر نہ آیا۔ ہم اگلے دن روزے سے تھے لیکن دن کے ''آخری حصے'' میں چند مسافر مدینہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شہادت دی کہ انہوں نے گزشتہ روز چاند دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو روزہ توڑنے اور اگلے روز عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا۔ سید الانبیاء علیہ السلام نے ان لوگوں سے نہیں کہا کہ تمہارا مطلع الگ ہے اور ہمارا مطلع الگ۔ اس لیے کہ میرے رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی حقیقتوں سے روشناس کرایا تھا۔ انہیں علم تھا کہ چاند جب اپنا چکر زمین کے گرد شروع کرتا ہے تو وہ اس وقت سورج اور زمین کے عین درمیان میں ہوتا ہے۔ یہاں وہ کسی ایک جگہ نہیں بلکہ پورے روئے زمین کے لیے طلوع ہوتا ہے۔ کہیں پر بادل ہوں، سورج ہو، نشیب ہو یا غروب آفتاب ہو تو نظر نہیں آتا لیکن ایسا سب جگہ نہیں ہوتا ۔یوں اس کی کہیں نہ کہیں رویت ہو جاتی ہے لیکن کیا کریں امت کو انگریز کی بنائی ہوئی حد بندیوں میں بانٹنے والے اپنی رویت اور اپنی ہی قضا پر ناز کرتے ہیں، لڑتے ہیں۔ حیرت ہے کہ یہ سب وہی علماء تھے جو کافی عرصہ پہلے سایہ لمبا اور چھوٹا ہونے پر ظہر کو قضا اور مکروہ کرتے تھے، سورج کی زردی پر عصر کے احکام نافذ کرتے تھے۔ ایسا صدیوں سے ہوتا آیا تھا لیکن اب ہر مسجد کے اندر ایک دائمی نمازوں کا کلینڈر ہے جسے کسی سائنسدان نے مرتب کیا۔ وہی سائنسدان کہتا ہے کہ پہلی کا چاند صرف ایک دن کے لیے پوری دنیا پر طلوع ہوتا ہے اگلے دن دوسری کا چاند ہوتا ہے۔ یہ صرف چوبیس گھنٹے کا چکر ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اسی لیے امریکہ والے بھی بدھ کی ظہر کی نماز بدھ کے دن ہی پڑھتے ہیں، جمعرات کے دن نہیں لیکن کمال ہے کہ ہم عید اور روزہ اپنی مرضی اور اپنی قضاء سے رکھتے ہیں میرے رب کی نشانیوں کے مطابق نہیں۔ یہ امت مائیکل جیکسن کے گانے کرکٹ کا میچ اور اپنے صدر کی

تقریریں لائیو براہ راست دیکھتی ہے اور فخر کرتی ہے ‘ان کے علماء یہ آواز بلند نہیں کر سکتے کہ اس امت کے جس علاقے میں رویت ہو براہ راست دکھاؤ تاکہ پوری امت ایک دن روزہ رکھے ‘ایک دن عید کرے لیکن ہمیں اپنے مسلک عزیز ہیں اپنی چودھراہٹ پیاری ہے‘ اپنی قضاء پر ہمیں ناز ہے۔کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں کہ تمام معاملات میں ہی قضاء کا محکمہ انگریزی قانون کے مطابق چلے اور جہاں اسلام اور علماء کا تمسخر اڑانا مقصود ہو وہ معاملہ علماء کو دے دیا جائے۔میر کیا سادہ ہیں

مکتبہ دار القرآن والسنۃ

Don't Forget Us in Your Prayers

اسلامی لائبریری

اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.muwahideen.true.ws